بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امت مسلمہ کا روشن پہلو

امت مسلمہ پر گذشتہ چند صدیوں میں ایک ایسا تاریک دور گذرا ہے جس میں استعماری قوتوں نے ان کی غفلتوں' بداعمالیوں اور حکمرانوں کی عیاشیوں کے سبب ان کو اپنا غلام بنادیا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے عالم اسلام میں عالمی کفر فاتح کی حیثیت سے ابھرا' اور مسلمان ملکوں کو اپنی کالونیوں میں تبدیل کر ڈالا۔ تاریخ میں اس کو "کالونیز دور" شمار کیا جاتا ہے، اس دور میں مسلمان' کافروں کے زیر سایہ زندگی گزارنے پر مجبور کئے گئے۔ کافر حکمران اور آقا اور مسلمان رعایا اور محکوم! یہ ہماری کیسی بدقسمتی تھی کہ ہم' خاص طور پر برصغیر کے مسلمان' گرتے گرتے ایسی المناک صورتحال کو پہنچے کہ آزادی اور استحکام تک نہ رہا اور عیسائیوں کو اپنا حکمران مان لیا۔ ہمارے سرکردہ افراد نے ان کی حکومت میں نوکریاں چاکریاں حاصل کرلیں' ان کے وظیفوں پر پلتے رہے۔ ان کے تمغے سینوں پر سجائے اور ان کی خدمت گذاری کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ ہاں کچھ صاحب عزیمت لوگ بھی ضرور تھے، جنہوں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ ایمان واستقامت کی بے مثال نظیریں قائم کیں، اپنی جانیں راہ حق میں قربان کردیں۔ ان میں کچھ لوگ بے وطن ہوگئے، کچھ کو قید وبند میں ڈال کر اذیتیں دی گئیں، کچھ کو "کالے پانی" کی طرف روانہ کر کے شہادت کی موت سے ہمکنار کیا گیا۔ ان صاحب عزیمت افراد کے پس ماندگان نے بعد میں استعمار کے خلاف علمی اور جہادی تحریکوں کو برپا کیا اور مسلمانوں میں استعمار کے خلاف قیام کرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا کیا۔

بیسویں صدی کے نصفِ آخر کے شروع میں' جب دو عالمگیر جنگوں نے استعمار کو کمزور کردیا اور وہ اپنی کالونیز کو ختم کر کے اپنے علاقوں کی طرف بوریا بستر باندھ رہا تھا تو انہوں نے جاتے جاتے مسلم ملکوں میں اپنا ایک سیاسی نظام اور اس نظام کے چلانے والے اپنے نظریاتی اور ثقافتی جانشین تیار کر کے، یہ ممالک ان کے حوالے کردیئے، گذشتہ نصف صدی میں جو مسلمان اقوام آزاد ہوئی ہیں' ان کو ایک طرف تو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بانٹ کر تقسیم کردیا گیا ہے اور ان کو "وطنی قومیت" کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہے' پھر یہ انتظام بھی کیا گیا کہ ان کو مقامی جغرافیائی مسائل میں الجھا کر رکھا جائے تاکہ ان کی آپس میں لڑائیاں جاری رہیں، عرب ممالک میں یہودی ریاست قائم کردی گئی تاکہ یہ خطہ ہمیشہ خون ریزی میں ڈوبا رہے، عرب ملکوں کو خاندانی اور قبائلی سرداروں کے حوالے کیا گیا، جن کی آپس میں لڑائیاں جاری رہیں' سعودی عرب، یمن، عراق' کویت۔ ادہر ترکی اور قبرص کا مسئلہ' یہاں برصغیر میں پاک بھارت کے درمیان کشمیر کا مسئلہ جنگ کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

گذشتہ نصفِ صدی سے کم وبیش کئی مسلم ممالک آزاد ہوتے گئے ہیں۔ اب پانچ درجن کے قریب مسلمانوں کی ریاستیں کرہ ارضی پر موجود ہیں۔ مگر استعماری انتظام اس طرح کیا گیا ہے کہ کسی ملک میں بھی اسلام کا مکمل سیاسی' ثقافتی' اور عدلِ اجتماعی کا نظام قائم نہ ہونے پائے۔ ترکی میں مستقل انتظام کیا گیا کہ آئینی طور پر یہ ملک سیکولر رہے اور ملک کی باگ دوڑ فوج کے آہنی ہاتھوں میں رہے، وہاں عوام بار بار نظریاتی تبدیلی کے لئے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں مگر فوج ان نظریات اور ان صاحب ایمان لوگوں کو بالجبر ہٹا دیتی ہے۔ الجزائر میں بھی یہی صورتحال ہے کہ فوج نے اسلامی نظریہ کے

افراد کو، جن پر عوام نے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا تھا، جیلوں میں بند کر رکھا ہے اور ملک پر فوج قابض ہے۔ عرب ممالک میں بھی نیم فوجی اور نیم بادشاہت قائم ہے ہر قسم کی تبدیلی کو فوج کے ذریعہ دبایا جاتا ہے۔

پاکستان میں دیندار اور لادین افراد کی کشمکش نصف صدی کی تاریخ پر مشتمل ہے یہاں پر بھی وارثان استعمار کسی قسم کی تبدیلی لانے کے لئے ہرگز تیار نہیں' البتہ منافقانہ اعلانات، نام نہاد نظریاتی کونسلیں اور دکھاوے کے شریعت بلوں کی کوئی کمی نہیں۔

عالم اسلام کی یہ صورتحال' مختصر طور پر آپ کے سامنے بیان کی گئی ہے، جس میں استعمار کی بھرپور کوشش ہے کہ مسلم امت' انتشار' جہالت انتہا پسندی' مذہبی فرقہ واریت اور مقامی مسائل کے دلدل میں پھنسی رہے اور آزادی، حریت، امن اور استحکام کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھائے۔

عالم اسلام میں اس تاریک پہلو کے ساتھ ساتھ ایک نہایت روشن پہلو بھی موجود ہے، بلکہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے' کالونیز دور کے بعد عالم اسلام میں احیائے اسلام اور جہادی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ ان تحریکوں نے مسلمانوں کو علمی وفکری طور پر بیدار کیا، گم شدہ ورثہ کو حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کیا۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جدوجہد کرنے پر آمادہ کیا۔ استعمار کی شناخت پیدا کی۔ اسلام کے مقابل جو نئے نئے سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی نظریات مسلمانوں میں در آئے تھے' ان کا علمی واستدلالی طریقہ پر توڑ کرتے ہوئے مسلمانوں کو اور خاص طور پر نئی نسل کو محفوظ کرنے کا انتظام کیا۔ منجملہ ان تحریکوں اور اسلام کے فکروفلسفہ پر گہری دسترس رکھنے والے علماء، مفکرین وفلاسفروں نے پوری دنیا میں علم وفکر کی روشنی پھیلادی۔ آج یہ امت مسلمہ اس طرف سے کافی حد تک مسلح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی دنیا کے غیر متعصب لوگ اس علم وفکر کی روشنی سے خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں اور نور اسلام سے منور ہوتے چلے جارہے ہیں۔

اسلام نے امت کو زندہ رکھنے کے لئے "جہاد فی سبیل اللہ" کا نسخۂ کیمیا عطا فرمایا اور وہ اس کے ذریعہ دنیا میں اپنی آزادی، استحکام اور عظمت قائم رکھ سکتی ہے، افسوس ہے کہ ایک طویل عرصہ سے امت نے اس عظیم سبق کو بھلا دیا تھا۔ وہ دین کو دشمن جہاد کے بجائے فقط دینی عبادت قرار دی رہی تھی، تاآنکہ اب امت مسلمہ کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کو اپنا طریقہ کار بنالیا ہے۔ وہ اس حقیقت کو پارہی ہے کہ امت کی بقا وعظمت اور اس کی نشاۃ ثانیہ صرف جہاد فی سبیل اللہ سے ہی وابستہ ہے۔ آج عالم کفر امت مسلمہ کی بیداری اور خاص طور پر اس کے جہادی نظریہ سے بری طرح خائف ہے۔ اس کی ہر ممکن کوشش ہے کہ امت جہالت، تاریکی اور فرقہ واریت کے گڑھوں میں پڑی رہے اور اس کو دنیا کی قیادت کا شعور اور اس کی جدوجہد کا راستہ نظر نہ آئے۔

مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشیت اور اس کا فیصلہ ہوچکا ہے کہ دنیا میں یہی امت اب فیصلہ کن کردار ادا کرے گی۔ یہی امت دنیا کو عزت وعظمت اور عدل اجتماعی سے روشناس کرائے گی۔ یہی امت موجودہ ظلم وجور کو مٹا کر انسانیت کو اعلیٰ قدروں پر گامزن کرے گی۔ اس لئے کہ اسی امت کے پاس ایک مکمل ہدایت اور رہنمائی کی کتاب" القرآن الحکیم" موجود ہے۔جس نے پہلی قوموں کو بھی بام عروج پر پہنچایا تھا، اور اب موجودہ مادہ پرست، عیاش اور انسانیت سے گری ہوئے حرکتیں کرنے والی اقوام کو بھی، اسلامی اقدار کے ذریعہ اعلیٰ منزل تک پہنچائیگی۔

اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ دین حق کا بھرپور شعور حاصل کریں، جذبہ جہاد، اور شوق شہادت سے اپنے جذبوں کو مالا مال کریں۔ اپنی صفوں میں اتحاد ویگانگت پیدا کریں، ہر وقت اللہ کی نصرت اور اس کی رضا پر اپنے ذہنوں کو مرکوز رکھیں۔

"انا لننصر رسلنا والذین آمنوا"

ڈاکٹر قبلہ ایاز (پشاور یونیورسٹی)

فرنگی استعمار، یاغستانی جہاد اور ولی اللّٰہی فکر

تقسیم ہند سے قبل کی تاریخ میں برصغیر کے افغان سرحدات کے ساتھ ملحقہ اور ہزارے کے کوہ سیاہ (Black Mountains) سے لے کر وزیرستان تک کے قریب قبائلی خطہ (یاغستان) کے باشندوں کو حریت پسندی اور اسلام کے ساتھ جذباتی لگاؤ کی خصوصیات کی وجہ سے خصوصی حیثیت حاصل رہی ہے۔ چنانچہ ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں صدی عیسوی کے دوران یعنی ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی زوال اور فرنگی استعمار کے تسلط کے زمانے میں برصغیر کی دیگر اقوام مسلمانوں کے تحفظ اور استخلاص وطن کے سلسلے میں ان لوگوں سے ایک اہم کردار ادا کرنے کی توقع رکھتی تھیں۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۸ ویں صدی کے ہندوستان کے نامور ماہر عمرانیات اور سیاسی مفکر شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳ء تا ۱۷۶۳ء) کے فرزند شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۷۴۵ء تا ۱۸۲۳ء) کے بارے میں یہ ثقہ روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ نے خواب میں ان کو پشتو زبان سیکھنے کی طرف اشارۃ متوجہ فرمایا تھا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس دور میں پشتو بولنے یا سمجھنے والی اقوام سے ہندوستان کی آزادی اور وہاں کے مسلمانوں کے لئے ایک باعزت مقام کے حصول کے سلسلے میں بھرپور جدوجہد کی توقعات وابستہ تھیں، کیونکہ اس زمانہ میں ہندوستان کی دیگر مسلمان اقوام کی نسبت ان لوگوں میں زیادہ بہتر حربی صلاحیت موجود تھی اور وہ مردانگی اور شجاعت کی صفات سے متصف تھے۔[1] واضح رہے کہ شاہ عبدالعزیز ہی وہی شخصیت ہیں جنہوں نے ۱۸۰۳ء میں دہلی پر انگریزوں کے تسلط کے بعد سب سے پہلے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔[2] اس فتویٰ کو ۱۹ ویں صدی کے دوران ہندوستانی تاریخ میں فرنگی اقتدار کے خلاف چلائی جانے والی انقلابی اور مزاحمتی تحریکوں کے لئے خشت اول کی حیثیت حاصل ہے۔

شاہ عبدالعزیز کی انقلابی تعلیمات کے زیر اثر عملی طور پر جہادی فعالیت کا پہلا مظاہرہ ان کے افکار کے حاملین سید اسماعیل شہید اور سید احمد بریلوی کی امارت تلے ہندوستان کے اس خطے کے صدر مقام پشاور میں ہوا، جہاں انہوں نے مشرقی پنجاب اور اس کے قریبی علاقوں سے چل کر اور پر صعوبت راستوں پر سفر کرکے ۱۹ ویں صدی کی تیسری دہائی کے نصف آخر کے دوران قربانیوں کی ایک نئی تاریخ رقم کی اور سکھوں کی زبردست مزاحمت کرکے اس علاقے میں اپنی باقاعدہ آزاد اسلامی حکومت قائم کی۔ یہ جماعت خطے کے باشندوں کو آزادی کا بنیادی پیدائشی حق دلانے کی جدوجہد کے دوران ہزارہ کے علاقے میں ۱۸۳۱ء میں سکھ فوجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر اپنی حربی قوت کھو بیٹھی اور سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل نے اپنے بے شمار ساتھیوں سمیت بالاکوٹ (مانسہرہ، ہزارہ) کے میدان میں جام شہادت نوش کیا۔[3]

جہاد بالاکوٹ کی بظاہر ناکامی کے بعد مجاہدین کی ایک پر عزم جماعت مولوی نصیر الدین دہلوی، مولوی ولایت علی اور مولانا عنایت علی کی قیادت میں شمال مغربی خطے کے سنگلاخ پہاڑی علاقوں میں منتقل ہوگئے اور وہاں سکھوں اور بعد میں انگریزوں کے خلاف ایک طویل اور صبر آزما عسکری جدوجہد جاری رکھی۔[4] اس گروہ کے بقیہ مجاہدین نے ۲۰ ویں صدی کے اوائل میں افغانستان کی سرحدات کے ساتھ متصل بونیر اور باجوڑ کے یاغستانی علاقوں میں سمست اور چمرکنڈ کے مقامات پر اپنے مراکز قائم کرلئے اور استخلاص وطن کے لئے برطانوی